رجسٹرڈ آصفیہ نمبر ۱۸۰

شرح چندہ
سالانہ .... ے
ششماہی ۳ے
سہ ماہی .... عہ

قیمت فی پرچہ (۲)

فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن

مملکت

ہفتہ وار

ایڈیٹر
میر حسن الدین بی اے ال ال بی (عثمانیہ)

رجسٹرڈ انگلیشہ نمبر

شرح چندہ
سالانہ .... ے
ششماہی ۳ے
سہ ماہی .... عہ

قیمت پرانا پرچہ (۴)

جلد (۱۴) | ۳۰ مہر ۱۳۵۳ ف | ۶ رمضان ۱۳۶۳ھ | ۲۶ اگست ۱۹۴۴ء شنبہ | نمبر (۲۰)

حکومت برطانیہ اقتدار چھوڑنا نہیں چاہتی

ہندوستان کا مستقبل گاندھی جناح سمجھوتہ پر منحصر ہے

گاندھی جی نے جب اپنی اس استدعا کو دہرایا کہ انہیں مجلس عاملہ کے ارکان سے ملنے کی اجازت دی جائے تو والسرائے نے ان سے ایک قطعی اور تعمیری پالیسی پیش کرنے کی خواہش کی۔ اور جب اس کے جواب میں گاندھی جی نے چند ٹھوس تجاویز پیش کیں تو لارڈ ویول نے فوراً جواب دیا کہ "جو تجاویز آپ نے پیش کی ہیں وہ ملک معظم کی حکومت کے لئے گفتگو کی بنیاد کے طور پر بالکل ناقابل قبول ہیں"۔ مجھے شک نہیں کہ مسٹر ایمری نے بھی ۲۸ جولائی کو پارلیمنٹ میں یہی بات کہی تھی۔ لیکن والسرائے کو مسٹر ایمری کی تقریر کا حوالہ دیتے ہوئے یہ بات یاد نہ رہی کہ کوئی ذی فہم شخص اس وجہ سے قطعی اور تعمیری نہیں ہے کہ وہ حکومت برطانیہ کے منشا کے مطابق نہیں۔ لارڈ ویول کہتے ہیں کہ گاندھی جی کی تجاویز دراصل وہی تجاویز ہیں جو مولانا آزاد نے ۱۹۴۲ء میں سر اسٹافورڈ کرپس کے آگے پیش کی تھیں۔ اور ان وجوہ کا اعادہ کرتے ہوئے جن کی بنا پر حکومت برطانیہ نے ان تجاویز کو اس وقت مسترد کر دیا تھا لارڈ ویول درحقیقت ان عذرات کو پیش کر رہے ہیں جو اب حکومت برطانیہ کو معقول اور منطقی نظر آتے ہیں۔ وہ خاص وجوہ جو بیان کئے گئے ہیں یہ ہیں کہ دوران جنگ میں دستور میں ایسی تبدیلی ممکن نہیں جس کے ذریعہ ایسی قومی حکومت قائم ہو سکے جو مرکزی اسمبلی کے آگے ذمہ دار ہو۔ اور دوسرے یہ کہ اختتام جنگ تک دفاعی اور فوجی کارروائی کمانڈر ان چیف حکومت کی دوسری ذمہ داریوں سے علحدہ نہیں کی جاسکتی۔ اور نیز یہ کہ جنگ ختم ہونے اور جدید دستور کو روبہ عمل آنے تک ملک معظم کی حکومت اور گورنر جنرل کو ہندوستان کے نظم و نسق کی ذمہ داری عائد رہنی چاہئے۔

سر اسٹافورڈ کرپس کے انگلستان واپس ہونے کے بعد جو پارلیمانی مباحث ہوئے اگر ان کے مطالعہ سے والسرائے اپنے حافظہ کو تازہ کریں تو انہیں معلوم ہوگا کہ اس وقت دفاع اور فوجی کارروائیوں کی ذمہ داری کو نظم و نسق کی دوسری ذمہ داریوں سے علحدہ کرنے کو ناممکن سمجھا تو گیا لیکن حکومت برطانیہ اس بات کو قابل عمل سمجھ رہی تھی کہ نہ صرف حکومت کے دوسرے فرائض بلکہ ایک حد تک دفاع کے فرائض بھی عوام کے نمائندوں کے سپرد کئے جائیں۔ سر اسٹافورڈ کرپس نے اپنی تجاویز کے فقرہ (۵) کا حوالہ دیتے ہوئے دارالعوام میں وضاحت کی تھی کہ یہ فقرہ اس طرح مرتب کیا گیا ہے جس حد تک ممکن ہو سکے وضاحت کے ساتھ حکومت برطانیہ اور حکومت ہند کی ذمہ داریوں کی تقسیم متعین ہو جائے۔ وہ دائرہ جس میں حکومت برطانیہ کو پورا اقتدار حاصل ہوگا وہ انصرام جنگ اور مسلح فوجوں پر کنٹرول تھا۔ دفاع کے دوسرے پہلوؤں سے متعلق سر اسٹافورڈ نے کہا تھا کہ انہوں نے یہ نقطہ نظر اختیار کیا ہے کہ ہندوستان کے کمانڈر ان چیف کو جو والسرائے کی کونسل کے رکن بھی ہوں گے حکومت ہند کے تحت وہ تمام اختیارات حاصل ہوں گے جو موثر انصرام جنگ کے لئے ضروری ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ سر اسٹافورڈ کرپس کی یہ رائے تھی کہ والسرائے کی کونسل کے ہندوستانی نمائندوں کے لئے ہندوستان کے باشندوں کو دفاع پر آمادہ کرنا دشوار ہوگا تاوقتیکہ وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ دفاع کی کچھ ذمہ داری ہندوستان کے نمائندوں پر اور اس طرح ہندوستان کے باشندوں پر عائد ہوتی ہے۔ اس رائے سے والسرائے اور کمانڈر ان چیف بھی متفق تھے۔ اس نقطہ نظر کو روبہ عمل لانے کے لئے سر اسٹافورڈ کرپس نے دو فہرستیں مرتب کیں جن میں علی الترتیب کمانڈر ان چیف اور ہندوستانی رکن دفاع کی ذمہ داریاں درج کی تھیں۔ بہرحال یہ ایک بدیہی بات ہے کہ سر اسٹافورڈ کرپس حکومت برطانیہ کی پوری تائید کے ساتھ نہ صرف سیول فرائض بلکہ دفاع کی بعض ذمہ داریاں عوامی حکومت کے سپرد کرنے آمادہ تھے۔ اور اگر چہ انہوں نے یہ نقطہ نظر اختیار کیا تھا کہ دوران جنگ میں دستور میں اہم تبدیلیاں نہیں کی جاسکتیں تاہم انہوں نے اس بنیاد پر گفت و شنید جاری رکھی تھی کہ عوام کے اس مطالبہ کو بڑی حد تک پورا کیا جاسکتا ہے کہ عوام کے نمائندوں کی حکومت قائم کی جائے۔ انگلستان واپس ہونے کے بعد بھی سر اسٹافورڈ نے دارالعوام کے مباحث میں کہا تھا کہ "حکومت برطانیہ اس پیش کش کو جو فقرہ (۵) میں درج ہے روبہ عمل لانے کی متمنی ہے اور اس کو ایسی عملی صورت دینا چاہتی ہے جو موجودہ دستور سے ہم آہنگ ہو۔ ایسے حالات میں باہمی سمجھوتہ اور اشتراک عمل سے بہت کچھ کیا جاسکتا ہے خاص کر جبکہ ہندوستان کی مدافعت جیسے ہمہ گیر اور اہم مقصد پر سب متفق ہوں"۔

آج دو سال کے بعد حکومت برطانیہ ان بیانات اور تجاویز سے منحرف ہو گئی ہے بلکہ والسرائے نے ایک عجیب و غریب نقطہ نظر اختیار کیا ہے اور ایسے شرائط پیش کئے ہیں جس کے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ عوام کے اشتراک عمل سے برطانیہ بالکل بے نیاز ہے۔ دوران جنگ میں قومی حکومت کے قیام کو مسترد کرتے لارڈ ویول فرماتے ہیں کہ "اگر ہندوستان

بقیہ صفحہ نمبر (۱۹) پر

مملکت
ہفتہ وار

جلد ۲	۲۰ مہر ۱۳۵۳ ف	نمبر (۲۰)

دو مسلم زعما کی ہم خیالی

مولوی بہادر خاں صاحب مرحوم کے "یوم پیدائش" کے دوسرے دن مسلم نوجوانوں کی جانب سے یوم قائد ملت کے نام سے بمقام ٹاؤن ہال ایک جلسہ منعقد ہوا جس کی صدارت مولوی سید عارف الدین صاحب سابق چیف انجنیئر و معتمد تعمیرات نے فرمائی۔ مسلم نوجوانوں کا یہ جلسہ غیر ضروری اور نامناسب تھا کیونکہ ایک روز قبل مجلس اتحاد المسلمین کی جانب سے دارالسلام میں ایک جلسہ منعقد ہو چکا تھا۔ مسلم نوجوانوں کا ایک علٰحدہ جلسہ منعقد کرنا اس شبہ کی گنجائش پیدا کرتا ہے کہ اتحاد ملت کے آسٹیکل میں جو موقتی پھوٹ پڑ گئی تھی وہ ہنوز قائم ہے اور اس کو قائم رکھنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اگر مولوی سید عارف الدین صاحب اس جلسہ کی صدارت قبول کرنے سے قبل ہم سے مشورہ کرتے تو ہم یہی مشورہ دیتے کہ آپ صدارت قبول نہ فرمائیں اور اپنا منشیہ خطبہ دارالسلام کے جلسے میں سنائیں۔ مگر جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔ تاہم ہم مولوی عارف الدین صاحب کے خطبۂ صدارت پر تبصرہ کرنا چاہتے ہیں تاکہ قارئین کو اس خطبہ سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنے کی طرف متوجہ کر سکیں۔

مولوی بہادر خاں صاحب مرحوم کا ذکر کرتے ہوئے مولوی عارف الدین صاحب نے فرمایا۔

"وہ یہ سمجھتے تھے کہ جب تک ہندو، مسلمان، اور پست اقوام کے قائدین ہم خیال نہ ہو جائیں ملک ترقی نہیں کر سکتا۔ کاش ان کی زندگی میں یہ چیز بھی حاصل ہو جاتی۔"

آگے چل کر مولوی عارف الدین صاحب فرماتے ہیں۔

"اگر کسی وجہ سے ایسا اتفاق ممکن نہ ہو تو پھر میری یہ تجویز ہے کہ سیاسیات سے ہٹ کر معاشی اور انتظامی اصلاح کی غرض سے سب مل کر ایک متفقہ پلیٹ فارم بنائیں۔"

اس کے بعد مولوی عارف الدین صاحب نے اصلاح نظم و نسق یا معاشی تجاویز کے عنوانات کے تحت بعض مفید باتیں کہی ہیں جو اس قابل ہیں کہ ان پر سنجیدگی سے غور و خوض کیا جائے۔ ہمیں یاد پڑتا ہے کہ چند سال قبل حیدرآباد اکنامک اسوسی ایشن کے ایک جلسہ میں مولوی صاحب موصوف نے ایک پر مغز مقالہ پڑھا تھا۔ اگر اس مقالہ کو اور زیر بحث خطبۂ صدارت کو مولوی عارف الدین صاحب ایک پمفلٹ کی صورت میں چھپوائیں اور ارباب غور و فکر میں تقسیم کریں تو یقیناً یہ ملک کی ایک اچھی خدمت ہوگی۔ مولوی عارف الدین صاحب کو ہمارا دوسرا مشورہ یہ ہے کہ وہ اپنی معاشی تجاویز کو مزید شرح و بسط کے ساتھ منتہا صاحب تنظیم ابعد جنگ کی خدمت میں بھی روانہ کریں جو یقیناً ان تجاویز کو اپنی متعدد کمیٹیوں میں پیش کر کے ان سے استفادہ کرنے کی کوشش کریں گے۔

اس ضمن میں ہم صحافتی برادری کی جانب سے ایک شکایت کو دہرانے کی ضرورت محسوس کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ مولوی عارف الدین صاحب نے اپنے خطبہ کو صرف "رہبر دکن" میں بغرض اشاعت روانہ کیا اور دوسرے جرائد کو نظر انداز کر دیا گیا۔ یہ عمل کسی پبلک کارکن کے لئے مناسب نہیں۔ رہبر دکن بے شک ایک کثیر الاشاعت اور اچھا اخبار ہے لیکن ملک میں اور بھی اخبارات ہیں جن کی رائے کو کہیں زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ اگر آئندہ مولوی صاحب موصوف اپنے مضامین کو تمام اخبارات کے نام روانہ کریں تو زیادہ اچھا ہوگا۔ مگر یہ ایک جملہ معترضہ تھا۔

جو بات ہم یہاں کہنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ مولوی عارف الدین صاحب کے بیان کے مطابق مولوی بہادر خاں صاحب مرحوم اپنی زندگی کے آخری دنوں میں یہ بات محسوس کرتے تھے کہ جب تک ہندو، مسلمان، اور پست اقوام کے قائدین متحد الخیال اور متحد العمل نہ ہو جائیں ہمارا ملک حقیقی معنوں میں ترقی نہیں کر سکتا۔ ہم مولوی عارف الدین صاحب کے ممنون ہیں کہ انھوں نے حیدرآباد کے ہندو، مسلمان، اور پست اقوام کے قائدین کو بہت بروقت تنبیہ دی اور ایک اہم کام کی جانب متوجہ کیا۔

دستوری ترقی، مابعد جنگ سیاسی شبابیاں اور مابعد جنگ تنظیم یہ ساری باتیں ایک مجلس کے لئے ایک متحدہ مشترکہ پلیٹ فارم کا مطالبہ کرتی ہیں جس کے لئے ہم بار بار چیختے رہے ہیں اور مضمون بھی لکھتے رہے ہیں۔ ہمیں مولوی عارف الدین صاحب جیسے غور و فکر کرنے والے فرد کی بات سے یہ سن کر بڑی خوشی ہوئی کہ مشترکہ پلیٹ فارم مسلم اور غیر مسلم سب کے لئے مفید ہوگا۔ اب ہم متوقع ہیں کہ نہ صرف اخبار رہبر دکن بلکہ مجلس اتحاد المسلمین بھی اس مسئلہ پر توجہ کرے گی۔

مجلس کے نئے صدر مولوی ابوالحسن سید علی صاحب ایک نہایت سنجیدہ انسان اور غور و فکر کرنے والے پبلک کارکن ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ بعض خود غرض اور لوطی چشم افراد کی جانب سے مولوی صاحب موصوف کے خلاف کشمکش پیدا کر کے تیزی کو جاری رکھنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ ایسے خود غرض عناصر ہر ملک کی پبلک زندگی میں پائے جاتے ہیں لیکن ملک کے حقیقی خدمت گزار ایسے عناصر کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ ہمیں امید ہے کہ مولوی ابوالحسن سید علی ان بے تمیزیوں اور شور و غوغا کو نظر انداز کر کے اپنی راہ عمل کو متعین کریں گے اور اس پر استقامت کے ساتھ گامزن ہو جائیں گے۔ ہمیں خوشی ہے کہ ہمارا یہ مشورہ مولوی سید عارف الدین کے منشا کے عین مطابق ہے۔ جب یہ دو مسلم زعما مولوی عارف الدین صاحب اور مولوی ابوالحسن سید علی اس درجہ ہم خیال اور یک خیال ہوں تو مجلس اتحاد المسلمین کا مستقبل نہایت اچھا اور شاندار ہو سکتا ہے اور یہ ادارہ ملک کی حقیقی ترقی میں بڑا حصہ لے سکتا ہے جس کی مولوی بہادر خاں صاحب مرحوم کو بھی مولوی سید عارف الدین صاحب کے بیان کے مطابق بڑی تمنا تھی۔

لازمی پس اندازی کی اسکیم

ایک اور مفید اقدام

جنگ سے پیدا شدہ حالات کی وجہ سے کسی ملک کے معاشی نظام پر جو منتشر اثر پڑتا ہے اس سے ہم سب بخوبی واقف

ہیں۔ اشیائے ما یحتاج کی قیمتوں میں غیر معمولی اضافے سے وہ طبقے جن کی آمدنی مقررہ ہے ناقابل بیان مصائب اور مشکلات میں گھر جاتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ بعض دوسرے طبقوں کی آمدنی غیر معمولی طور پر بڑھ جاتی ہے۔ ایسے طبقوں میں غیر معمولی دولت کے اضافہ سے قیمتوں میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس طرح افراط زر سے ملک کی معاشی صورت حال بگڑ جاتی ہے۔ افراط زر کے انسداد کے لئے حکومتوں کو مختلف تدابیر اختیار کرنی پڑتی ہیں جیسے اشیاء کی قیمتوں پر نگرانی، زائد منافع وغیرہ۔ افراط زر کو روکنے کی ایک تدبیر پس اندازی بھی ہے۔ حیدرآباد میں تحصیل زائد منافع کا قانون نافذ ہو چکا ہے اب حکومت سرکار عالی نے فینانس کی مشاورتی کمیٹی کے مشورہ اور تائید سے لازمی پس اندازی کی ایک اسکیم مرتب کی ہے۔ اس اسکیم کے اہم اجزاء جیسا کہ معتمد صاحب فینانس نے ایک حالیہ پریس کانفرنس میں وضاحت فرمائی ہے حسب ذیل ہیں:۔

(۱) اقل ترین معیار آمدنی جس پر امانت کا مطالبہ ہو سکے گا (۹) ہزار سالانہ قرار دی گئی ہے۔

(۲) ۹ ہزار سے (۱۲) ہزار کی آمدنی تک امانت کا مطالبہ بشرح (۳) فی صد ہوگا۔

(۳) ۱۲ ہزار سے (۲۵) ہزار تک ۵ فیصد

(۴) اور انتہائی شرح (۱۵) لاکھ سے زاید آمدنی پر (۲۰) فی صد ہوگی۔

(۵) یہ امانتیں سرکار میں محفوظ رکھی جائیں گی جو پانچ سال یا ختم جنگ کے ایک سال کے بعد جو صورت بھی پہلے واقع ہو مع سود بشرح (۲) فی صد واپس کی جائیں گی۔

اس اسکیم میں حسب ذیل افراد کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے:۔

(۱) تنخواہ یاب اشخاص جو انشورنس، پراویڈنٹ فنڈ یا قرضہ تعلیمی کی ادائی پر اپنی آمدنی کا ایک چوتھائی حصہ یا اس سے زائد بطور قسط ادا کرتے ہوں۔

(۲) دیگر مقررہ آمدنی والے اشخاص جو انشورنس یا پراویڈنٹ فنڈ وغیرہ میں مجموعی اقساط ادا شدنی امانت کی شرح سے دو چند زائد ادا کرتے ہوں۔

(۳) ایسے تجارت پیشہ اشخاص جو کوئی زائد منافع ادا کرتے ہوں۔

(۴) جاگیرداروں کی جملہ آمدنی پر امانت طلب نہیں کی جائے گی بلکہ بعد وضعات حقیقی اخراجات صرف آمدنی پر

(۵) زرعی آمدنی کی صورت میں بعد وضعات جملہ اخراجات زراعت تتمہ آمدنی پر امانت طلب کی جائے گی۔

یہ ایک ایسی متوازن اسکیم ہے کہ جس کے تحت رعایا کے مختلف طبقات سے ان کی استطاعت کے مطابق امانتیں طلب کی جائیں گی۔ اس اسکیم کو روبعمل لانے سے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ مختلف طبقات کی قوت خرید ایک حد تک کم ہوگی اور اس طرح افراط زر کا انسداد ہو سکے گا۔ اس کے علاوہ ملک کے متمول طبقے اسراف اور فضول خرچی سے محفوظ رہیں گے اور ان میں پس اندازی کی عادت پیدا ہوگی۔ اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ اختتام جنگ کے بعد جب معاشی کساد بازاری شروع ہو جائے گی یہ مجتمعہ امانتیں ان طبقات کو معاشی ابتری سے بچانے میں ممد و معاون ثابت ہوں گی۔ جس ملک کے متمول طبقے فرسودہ رسم و رواج، نمائشی تقاریب اور ضیافتوں پر بے دریغ روپیہ صرف کرنا اپنی برتری اور سوسائٹی میں عزت و احترام کا باعث تصور کرتے ہوں ایسی اسکیم کا نفاذ ازبس ضروری ہے۔ جس پر کچھ حیرت تو نہیں البتہ افسوس ضرور ہوا کہ ایسے مفید اقدام کے خلاف بعض افراد اور جرائد کی جانب سے آواز بلند کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ یہ افراد اور جرائد وہی ہیں جنھوں نے تحصیل زائد منافع کے خلاف اپنے شور و غوغا سے آسمان سر پر اٹھا رکھا تھا لیکن اہل ملک کو بہت جلد معلوم ہو گیا تھا کہ ان کا مقصد عوام کا نام لے کر سرمایہ داروں کی تائید کرنا ہے اور آج بھی یہی طبقے عوام کا نام لے کر اس اسکیم کی مخالفت میں سرگرم نظر آ رہے ہیں حالانکہ یہ اسکیم چھ ہزار سالانہ سے کم آمدنی والے افراد پر موثر نہیں ہوتی۔ پھر بھی غریب عوام کے نام سے کیا یا ان کا ایک دلچسپ مشغلہ ہو گیا ہے۔ ان افراد اور جرائد کی جانب سے جو دلائل پیش کئے گئے ہیں وہ اس قدر بے مایہ ہیں کہ ان پر بحث کرنا وقت ضائع کرنا ہے۔

صنعتی اور کیمیائی تحقیقات کے لئے تجربہ خانہ

حیدرآباد ۱۳ مہر۔ اعلیٰحضرت بندگان اقدس نے باب حکومت کی اس تجویز کو شرف منظوری عطا فرمایا ہے کہ صنعتی اور کیمیائی تحقیقات کے لئے ایک تجربہ خانہ قائم کیا جائے جس کے ناظم ڈاکٹر مظفر الدین قریشی صدر شعبہ کیمیا جامعہ عثمانیہ ہوں گے اور اس ادارہ کے کاروبار کی نگرانی کے لئے ایک بورڈ آف گورنرس قائم ہوگا جس کے صدر نواب صدر اعظم بہادر ہوں گے۔ جدید صنعتی اور ملکی ترقی کا انحصار زیادہ تر وسیع اور متواتر کیمیائی تحقیقات پر ہوتا ہے اور اگر حیدرآباد وقت کے ساتھ قدم بڑھانا چاہتا ہے تو کیمیائی تحقیقات بالخصوص صنعت و زراعت سے متعلق باقاعدہ طور پر تحقیقی کام انجام دینا نہایت ضروری ہے چنانچہ اسی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے مرکزی تجربہ خانہ قائم کیا گیا ہے اس ادارہ میں صنعت و زراعت سے متعلق تحقیقی کام کے علاوہ مالک محروسہ میں دستیاب ہونے والی خام اشیاء کے بارے میں بھی تحقیقی کام کیا جائے گا۔ ان اشیاء میں معدنیات اور زرعی اور حیوانی پیداوار بھی شامل ہیں۔ تیل اور مٹی سے متعلق عمومی تجربات کے لئے حال میں قائم کردہ تجربہ خانہ اور موجودہ صنعتی تجربہ خانہ کو مرکزی تجربہ خانہ میں ضم کر دیا جائے گا۔ اور یہاں تحقیقات کے مختلف شعبوں کے لئے اعلیٰ درجہ کی واقفیت رکھنے والا عملہ مقرر کیا جائے گا جامعہ عثمانیہ سے اس ادارہ کا قریبی ربط قائم رہے گا چنانچہ جامعہ کی اعلیٰ جماعتوں کے طلباء کے لئے مرکزی تجربہ خانہ میں تمام سہولتیں مہیا کی جائیں گی اور مرکزی تجربہ خانہ میں تحقیقات کرنے والے افراد بھی جامعہ کے کام کو نقصان پہونچائے بغیر اس کے تجربہ خانوں سے استفادہ کر سکیں گے۔

مرکزی تجربہ خانہ کے لئے پہلے پانچ سال تک دو لاکھ روپیہ کا متوالی بجٹ منظور کیا گیا ہے جس میں سے ڈیڑھ لاکھ روپے حکومت فراہم کرے گی اور باقی ماندہ پچاس ہزار روپے صنعتی سرمایہ محفوظ سے دیا جائے گا۔ اس کے علاوہ پانچ لاکھ روپے کے غیر متوالی مصارف بھی منظور کئے گئے ہیں جس میں تجربہ خانہ کی تعمیر اور ضروری سامان کی فراہمی کے لئے صنعتی سرمایہ محفوظ کا پانچ لاکھ روپیہ عطیہ بھی شامل ہے۔ (محکمہ اطلاعات)

ملازمین ریلوے کے حالات ملازمت میں اہم اصلاحات

کئی مفید تدابیر اختیار کی گئی ہیں

کسی تجارتی یا صنعتی ادارہ کی کامیابی اور بہبودی کی بہترین ضمانت مطمئن مزدور ہیں۔ خواہ وہ ادارہ قومی حیثیت رکھتا ہو یا خانگی ہو۔ یہ کہنا بیجا از حقیقت نہ ہوگا کہ کسی ملک میں صنعتوں کے قیام اور ان کی ترویج میں مزدوروں کا بھی اتنا ہی اہم حصہ ہے جتنا کہ پیدائش دولت کے دوسرے ذرائع کا جن میں سرمایہ بھی شامل ہے۔ اسی لئے مزدوروں کی عام حالت کو بہتر بنانے کے لئے ہر ممکن کوشش کی شدید ضرورت ہے۔ ان کوششوں کا مقصد حالات ملازمت کو بہتر بنانا اور تمام مناسب سہولتوں کا بہم پہونچانا ہے جن میں رہنے کے لئے مکان کا بہتر انتظام، فوری طبی امداد اور تعلیمی و تفریحی سہولتیں بھی شامل ہیں۔

حیدرآباد میں نظام اسٹیٹ ریلوے مزدوروں سے کام لینے والا سب سے بڑا ادارہ ہے جو تقریباً بیس ہزار ماہوار و غیر ماہوار افراد سے اجرت کے اصول پر کام لیتا ہے۔ یہ امر باعث طمانیت ہے کہ گزشتہ دو تین سال میں محکمہ ریلوے کے کم تنخواہ پانے والے ملازمین کے حالات ملازمت میں بہت سی اصلاحات کی گئی ہیں اور ان فائدہ مند عارضی تدبیروں کے علاوہ جو جنگ کی وجہ سے پیدا شدہ حالات کی بنا پر اختیار کرنی پڑی ہیں مستقل فائدہ کی بھی کئی تدابیر اختیار کی گئی ہیں۔ ملازمین کے لئے جو عارضی فائدہ مند کام کئے گئے ان میں وسیع پیمانہ پر گرانی کا الاونس دینے اور نسبتاً سستے داموں غلہ مہیا کرنے کے انتظامات شامل ہیں۔

مستقل تدابیر۔ اجرتوں پر نظر ثانی

یکم اگست ۱۹۴۶ء سے محکمہ کے مشاہروں پر نظر ثانی کی گئی اور فائرمین، انجن ڈرائیورس اور شنٹرس کی حسب ذیل اجرتیں مقرر کی گئیں۔

ملازم	سابقہ مشاہرہ	اضافہ شدہ مشاہرہ
فائرمین ''اے''	۱۳-۱-۱۷-۰ روپیہ کلدار	۱۷-۱-۲۳-۰ روپیہ کلدار
فائرمین ''سی''	۳۰ (مقررہ)	۴۰ (مقررہ)
فائرمین ''بی''	۱۸-۳-۳۰	۲۸-۲-۴۰
انجن ڈرائیور ''بی''	۳۰-۵-۰۰	۵۰-۵-۷۰
شنٹر ''اے''	۵۰-۵-۷۰	۶۰-۵-۷۵

دیگر کل اسامات یعنی پمپ فیٹرس اور دریاتوں اور محکمہ انجنیری کے والو اپریٹرس کے گریڈوں پر بھی نظر ثانی کر کے انہیں بہتر بنایا گیا جس کی وجہ سے ماہانہ ۱۰۰۰ روپیہ کے مصارف میں اضافہ ہوا۔ دوسرے بہت اسامات میں بھی ... کیا گیا اور ان کی شرح اجرت پر نظر ثانی کر کے ۲۲۵۰ روپے ماہانہ کے مصارف برداشت کئے گئے۔

شعبہ لوکو کے کارخانے کا عملہ پانچ سال ... پورا کر چکا تھا اسے ۲-۰-۰ روپے کا الاونس دیا گیا جو کہ ان کی تنخواہ اور اعلیٰ گریڈ کے درمیان تفاوت کے مساوی ہے۔ اس اسکیم کی وجہ سے تقریباً ۷۰۰ اشخاص کو فائدہ ہوا اور ۲۰۰۰ روپے سالانہ مصارف عائد ہوئے۔ اگست ۱۹۴۶ء سے شدہ اسامات کو زائد از اوقات کام کرنے کی اجرت دی جانے لگی اور یکم ستمبر ۱۹۴۶ء سے پہلے جن ورکشوں کا تقرر کیا گیا تھا ان کی بھی زائد از اوقات کام کرنے کی اجرت میں اضافہ کر دیا گیا۔

مکانات

اکتوبر ۱۹۴۴ء سے اب تک تقریباً ۴ لاکھ روپے کے مصارف سے ۱۰۰ مکانات تعمیر کئے گئے۔ تیسرے درجہ کے ... مکانوں میں ۳۲۵۰۰ روپے کے مصارف سے علحدہ علحدہ پاخانے بنائے گئے۔ پرانے مکانوں میں کم تنخواہ پانے والے ملازمین رہتے ہیں ۲۵۰۰۰ روپے کے مصارف سے ان مکانوں کی چار دیواریاں بھی بنائی گئیں۔ جالنہ، اورنگ آباد، پرلی، پورنہ، منماڑ اور بدھا چلم روڈ جیسے اہم ریلوے اسٹیشنوں میں ۱۰۰۰۰ روپے صرف کر کے پانی کی نکاسی کا بہتر انتظام کیا گیا۔ ... مکانوں کی تعمیر جاری ہے۔ اکتوبر ۱۹۴۵ء سے اب تک ۱۰،۲۰،۰۰۰ روپے کے مصارف سے ۵۰۰ مکانات تعمیر ہو چکے ہیں۔ اشیاء تعمیر کی دستیابی میں دشواری کی وجہ سے ان کے واسطے مزید عمارتوں کی تعمیر کا کام ملتوی کر دینا پڑا۔ ناندیڑ اور جالنہ میں ملازمین ریلوے کے ... کا بہتر انتظام کیا گیا۔

پراویڈنٹ فنڈ

جن ملازمین کو ماہانہ ۱۵ روپے سکہ عثمانیہ سے کم تنخواہ ملتی ہے اور جن کی مدت ملازمت کم از کم ۱۰ سال ہے انہیں گزشتہ پراویڈنٹ فنڈ میں شرکت کا اختیار دیا جاتا تھا۔ لیکن اب اس استحقاق کی مدت کم کر کے ۱ سال کر دی گئی ہے اور اس رعایت کی وجہ سے مزید ۵۰۰۰ ملازمین پراویڈنٹ فنڈ سے مستفید ہونگے جس کی وجہ سے اندازاً ۲۱۳۰۰ روپے سالانہ مصارف عائد ہوں گے۔

عارضی تدابیر۔ گرانی کا الاونس

گزشتہ تین سال کے عرصہ میں کم تنخواہ پانے والے ملازمین کے لئے الاونس کی مختلف شرحیں منظور کی گئیں۔ ۱۹۴۳ء تک جو شرح منظور کی گئی تھی اس میں یکم دسمبر ۱۹۴۵ء سے ۵۰ فیصد اضافہ کر دیا گیا۔ ۱۵ جون ۱۹۴۶ء کو اس پر نظر ثانی کی گئی اور اس کا دائرہ وسیع کر دیا گیا۔ گرانی کے الاونس کی شرح اور اس کے معیار استحقاق کے تعین میں حکومت ہند کی اتباع کی گئی۔ مختلف مشاہروں کے لئے گرانی کے الاونس کی موجودہ شرح حسب ذیل ہے۔

حلقہ	تنخواہ کی حد	الاونس
الف	۲۰۰-۰-۰ روپیہ کلدار	۱۳-۰-۰ روپے کلدار
	۲۳۳-۰-۰ حالی	۱۶-۹-۰ حالی
ب	۱۷۵-۰-۰ کلدار	۱۱-۰-۰ کلدار
	۲۰۴-۰-۰ حالی	۱۲-۱۴-۰ حالی
ج	۱۵۰-۰-۰ کلدار	۹-۰-۰ کلدار
	۱۷۵-۰-۰ حالی	۱۰-۵-۰ حالی

اس تدبیر کے اختیار کرنے سے ۹۰ فیصد ملازمین ریلوے کو فائدہ پہنچا اور محکمہ متعلقہ کو سالانہ ۲۱،۱۰ لاکھ روپے کے مصارف برداشت کرنے پڑے۔

اجناس خوردنی کی تقسیم

جب ہر جگہ غلہ کی قلت ہونے لگی اور سرکاری ... کی ریلوے کے ارباب اقتدار نے ملازمین کے لئے غلہ فراہم کرنے کی ضرورت محسوس کی اور مئی ۱۹۴۳ء سے معدود غلہ کے عمل کے لئے ارزاں فروش دوکانوں سے بھی کچھ کم قیمت پر چاول فراہم کرنے کا انتظام کیا۔ اکتوبر ۱۹۴۳ء میں اسکیم کو وسعت دی گئی اور چاول کے علاوہ جواری، دال، آٹا، گڑ، مرچ، تیل، نمک وغیرہ بھی فراہم کیا جانے لگا۔ دسمبر ۱۹۴۳ء اور جنوری ۱۹۴۴ء سے قاضی پیٹھ، ڈورناکل، پورنہ، پرلی، ویجناتھ، منماڑ، بدھا چلم اور ڈورنا چلم روڈ میں بھی چاول اور جواری فروخت کرنے کا انتظام کیا گیا۔ چونکہ غلہ حاصل کرنے میں بڑی دقت پیش آ رہی تھی اس لئے یہ طے کیا گیا کہ آئندہ تمام غلہ حیدرآباد کمرشل کارپوریشن کے ذریعہ خریدا جائے۔ تمام اشیاء کی فروخت کے نرخ مقرر کر دئے گئے اور یہ خیال ہے کہ جہاں تک ہو سکا انہیں برقرار رکھا جائے گا۔

اپریل ۱۹۴۴ء سے تمام دوسرے اسٹیشنوں کے عملہ کے لئے چاول، دال اور جواری فروخت کی جانے لگی۔ رسد کی حالت درست ہوتے ہی دوسری اشیاء بھی فراہم کی جانے لگیں گی۔

ریلوے کے ارباب اقتدار ملازمین کے لئے ارزاں نرخ پر غلہ فراہم کرتے ہیں جو قیمت خرید سے بھی کم ہوتا ہے۔ اس کی وجہ سے انہیں ماہانہ ۵۰۰۰۰ روپے کا نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے۔ ریلوے کے اس انتظام سے ۱۵۰۰۰ اشخاص مستفید ہوئے ہیں۔

معیاری کپڑا

ملازمین ریلوے کے لئے اب تک ... گز معیاری کپڑا فراہم کیا گیا ہے جس میں قمیصوں کا کپڑا، دھوتیاں اور ساڑیاں شامل ہیں۔ کپڑا فروخت کرنے میں خاص طور پر کم تنخواہ پانے والوں کو ترجیح دی جاتی ہے۔ یہ انتظام قرعہ کے ذریعہ کیا گیا ہے اور اگر ملازمین نے اسے پسند کیا تو دوسرے انتظامات بھی کئے جائیں گے۔ ریلوے کی جانب سے جو کپڑا فراہم کیا جاتا ہے اس کی قیمت حیدرآباد کمرشیل کارپوریشن کے مشورے سے حکومت مقرر کرتی ہے ... بھی کم رکھی گئی ہے۔

پولینڈ کی کشمکش آزادی

اٹھارہویں صدی کے اواخر تک پولینڈ ایک باقاعدہ سلطنت تھی جس میں پولینڈ کے علاوہ لتھونیا۔ سفید روس۔ شمالی ڈینسٹر اور ڈینیپر بھی شامل تھے۔ اس کے بعد اس سلطنت کی حدود بدلتی رہیں۔ اور معاہدہ ورسائی کے مطابق اس ملک کی نئی حدود قائم کی گئیں۔

باشندگان پولینڈ کہاں سے آئے۔ کس نسل سے تعلق رکھتے تھے۔ انھوں نے کب سلطنت قائم کی۔ اور اس سلطنت کی حدود کیا تھیں۔ یہ وہ سوال ہیں۔ جن کے جواب تاریخ میں موجود نہیں۔ کیف کے ایک پادری نسٹر جس کی وفات ۱۱۱۶ء میں ہوئی تھی۔ کی تحریروں سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے۔ کہ پولش پہلے دریائے ڈینیوب کے کنارے خانہ بدوشانہ زندگی بسر کیا کرتے تھے۔ ان کا مذہب بت پرستی اور مظاہر پرستی تھا۔ وہاں سے یہ لوگ رومن حکمرانوں کی سخت گیری کی وجہ سے بھاگ کر پولینڈ میں آ گئے۔ پہلے کچھ مدت تک جنگلوں میں چھپے رہے۔ اس کے بعد جب کسی قدر متمدن ہو گئے اور ان میں آزادی کا جذبہ پیدا ہوا۔ تو [illegible] کے قریب پولش ریاست نے موریوین امپائر کے ایک صوبہ پر قبضہ جما لیا۔ اور اس طرح پولش سلطنت کی داغ بیل پڑ گئی۔ چونکہ یہ لوگ مشرکانہ عادات کے لوگ تھے۔ اور ان کے ہمسایہ یعنی جرمن عیسائی تھے۔ اس لئے ان کی آپس میں بنتی نہ تھی۔ آئے دن کے جھگڑوں سے تنگ آ کر شاہ پولینڈ نے عیسائیت قبول کر لی۔ اور یہ قدم غالباً [illegible] میں اٹھایا گیا تھا۔

[illegible] میں جرمنی کے حکمران فریڈرک ولیم اور شاہ روس نے سویڈن کے خلاف جنگ شروع کر دی۔ جو بیس سال تک جاری رہی۔ اس میں پولینڈ بھی کود پڑا۔ روس اور جرمنی نے چال یہ چلی کہ میدان جنگ میں تو پولینڈ کے سپاہی منگائے۔ راشن اور دیگر سامان جنگ بھی پولینڈ ہی سے لیا۔ لیکن خاتمہ جنگ کے بعد تباہ شدہ پولینڈ سے اس کی حق خدمت کی بھی قیمت مانگنی شروع کر دی۔ آگسٹس فریڈرک والئے پولینڈ نے فریڈرک کو یہاں تک دبا کر پڑھایا کہ لیفلینڈ اور پولینڈ کے چند دیگر اضلاع لے لو۔ اور میری جان چھوڑو لیکن وہ بھی دبا رہا۔ اسی دوران میں آگسٹس مر گیا اور معاملہ کھٹائی میں پڑ گیا۔

[illegible] شاہ وارسا کے انتخاب پر بھی رشوتوں اور سازشوں کا سلسلہ جاری رہا۔ ایک طرف روس اور دوسری طرف جرمنی کی چیرہ دستیوں سے حکومت پولینڈ کو دم مارنے کی بھی فرصت نہ ملی۔ بیرونی چیرہ دستیوں اور امراء و وزراء کی دراندازیوں سے حکومت کی مرضی [illegible]۔ امراء کی اس بدعہدی اور غداری کا خمیازہ آخر پولینڈ کو بھگتنا پڑا۔ [illegible] میں جرمنی روس اور آسٹریا نے مشورہ کر کے پولینڈ کے بعض علاقوں پر قبضہ جما لیا۔ روس نے [illegible] مربع میل علاقہ جس کی آبادی [illegible] تھی۔ ہتھیا لیا۔ آسٹریا نے [illegible] مربع میل علاقہ (جس کی آبادی آٹھ لاکھ سولہ ہزار تھی) ہڑپ کر لیا۔ اور جرمنی کے حصے میں [illegible] مربع میل زمین آئی۔ جس کی آبادی تین لاکھ اٹھتر ہزار تھی۔ دوسرے لفظوں میں پولینڈ کو ایک چوتھائی زمین اور تقریباً بیس فیصدی آبادی سے ہاتھ دھونا پڑا۔ کچھ عرصہ کے بعد ایک طرف سویڈن نے اور دوسری طرف ترکوں نے روس پر حملے کر دیا۔ پولینڈ کے بعض اہل نظر نے اس صورت حالات سے فائدہ اٹھا کر جرمنی سے یارانہ گانٹھ لیا۔ اور روس کو آنکھیں دکھانا شروع کر دیں۔ جرمنی نے اس دوستی کی قیمت میں ڈینزگ کی بندرگاہ طلب کی۔ پولینڈ راضی نہ ہوا۔ [illegible] میں جرمنی سے کٹ کر روس سے جا ملا۔

پولینڈ کی اس زبوں حالت سے متاثر ہو کر بعض محبان وطن انقلاب کا سامان فراہم کر رہے تھے۔ چنانچہ ۳ مئی [illegible] کو پولینڈ میں انقلاب رونما ہوا۔ انقلابیوں نے تمام بُری رسوم اور بُرے قوانین کی تنسیخ کر دی۔ عدالتوں اور دفتروں کو صحیح اخلاقی معیار قائم کیا۔ رشوت بند کر دی۔ قانون کی نگاہ میں چھوٹا بڑا برابر کر دیا۔ اور دولت کی تقسیم منصفانہ کر دی۔ اس پر روس بھڑک اٹھا اور اس آئین کو بدعت قرار دے کر پولینڈ پر حملہ کر دیا۔ تین ماہ کی جنگ کے بعد پولینڈ کو شکست ہوئی۔ روس نے پولینڈ کے تمام مشرقی اضلاع پر جن کا رقبہ اڑھائی لاکھ مربع میل تھا قبضہ کر لیا۔ اور مغرب میں جرمنی نے ایک بہت بڑا علاقہ جس میں ڈینزگ بھی شامل تھا۔ ہتھیا لیا۔ بیس سال پہلے پولینڈ کی آبادی ایک کروڑ پندرہ لاکھ تھی اور اب صرف ۳۵ لاکھ باقی رہ گئی تھی۔ باقی آبادی پر روس، جرمنی اور آسٹریا قابض ہو چکے تھے۔ ان طاقتوں نے پولینڈ میں نئے آئین کی بجائے وہی پرانا فرسودہ نظام نافذ کر دیا تھا۔ جس میں بیرونی طاقتوں کا بھلا تھا۔

[illegible] میں روس نے پولینڈ پر پھر حملہ کر دیا۔ سخت لڑائی کے بعد پولینڈ کو شکست ہوئی۔ جرمنی آسٹریا اور روس نے پولینڈ کے کچھ اور علاقے سنبھال لئے۔ [illegible] میں روس نے ورسا فتح کر لیا۔ [illegible] میں جرمنی آسٹریا اور روس نے ایک چھوٹے سے علاقے کراکو کو چھوڑ کر جس کی کل آبادی ۱۶۰۰۰۰ تھی باقی تمام پولینڈ بانٹ لیا۔ [illegible] میں زار روس کو پولینڈ پر رحم آیا۔ اور کچھ علاقہ واپس دے کر اپنی نگرانی میں ایک جمہوریت بنا ڈالی۔ جس کا صدر زار روس کا نائب کہا جاتا تھا۔ [illegible] میں چند محبان وطن نے روس کے خلاف بغاوت کر دی اس پر روس نے کراکو کے علاوہ باقی سارے ملک پر قبضہ جما لیا۔ [illegible] میں جرمنی نے کراکو پر بھی قبضہ کر لیا۔ اور آزاد پولینڈ ایک دفعہ پھر صفحہ ہستی سے مٹ گیا۔ روس نے پولینڈ کی پوری سیاسی [illegible] بند کر دیں۔ ان کی زبان مٹانے پر بھی کمر باندھی۔ دفتروں اور سکولوں میں روسی زبان لازمی قرار دے دی۔ اس پر حب وطن کی آگ پھر بھڑکنے لگی۔ اور چند برس بعد یعنی [illegible] میں انقلاب بھڑک اٹھا۔ اس انقلاب کو روس نے آہنی پنجے سے کچل دیا۔ اور پولینڈ پورے پچاس سال کے لئے غلام بن کر رہ گیا۔

بیسویں صدی کے آغاز میں حب الوطنی کے جذبات بہت بڑھ گئے۔ اور خدا نے اس قوم کو ایک لیڈر بھی دے دیا۔ یعنی جوزف پلسوڈسکی۔ جس نے ۶ اگست ۱۹۱۴ء کو صرف تین سو نوجوانان وطن کے ہمراہ روس پر حملہ کر دیا۔ یہ تین سو بڑھتے بڑھتے بارہ ہزار بن گئے۔ یہ جنگ عظیم کا زمانہ تھا۔ روس ایک طرف جرمنوں اور ترکوں سے الجھا ہوا تھا۔ اور دوسری طرف پولینڈ سے۔ جب ۱۹۱۶ء میں جرمنی کی افواج وارسا میں داخل ہوئیں۔ تو جرمنوں نے پولینڈ کو اختیار دے دیا کہ اگر وہ چاہے تو جرمنی کی قیادت میں روس کے خلاف لڑائی جاری رکھ سکتا ہے لیکن پلسوڈسکی نے کہا۔ میں ملک کی آزادی کے لئے جنگ کر رہا ہوں۔ اس لئے پہلے تمہیں باہر نکالوں گا اور پھر روس سے نبٹوں گا۔ جرمنوں نے پلسوڈسکی کو پکڑ کر جیل میں پھینک دیا جہاں سے وہ جنگ عظیم کے بعد نکلا۔ وہ پولینڈ پہنچ کر یہاں حکومت سنبھال لی۔ معاہدہ ورسائی میں پولینڈ کی حدود تعین کر دی گئیں۔ اور پولینڈ دوبارہ ایک آزاد ملک بن گیا۔

جرمنی کو جنگ عظیم کے بعد سے سخت شکایت پیدا ہو گئی تھی۔ کہ اسے سمندر تک پہنچنے کو کوئی راستہ نہیں دیا گیا تھا۔ اس لئے جرمنی کی آنکھ ڈینزگ پر لگی ہوئی تھی۔ ۱۹۳۳ء میں جب ہٹلر برسر اقتدار آیا تو اس نے اس خواہش کا اظہار [illegible] شروع کر دیا۔ اور ساتھ ہی پولینڈ کو ہڑپ کرنے کی تیاریاں ہونے لگیں۔ جولائی ۱۹۳۹ء میں جرمنی اور روس نے ایک خفیہ معاہدہ کیا جس کی رو سے آدھا پولینڈ روس اور آدھا جرمنی کے حصے میں آیا۔ یکم ستمبر ۱۹۳۹ء کو ہٹلر نے پولینڈ پر دھاوا بول دیا اور دو چار دن کے بعد روس کی فوجیں بھی پولینڈ میں داخل ہو گئیں۔ ۳ ستمبر ۱۹۳۹ء کو برطانیہ اور فرانس نے جرمنی کے خلاف اعلان جنگ کیا۔ [illegible] کو پولینڈ کی مدافعت ٹوٹ گئی۔ اور یہ بدقسمت ملک ایک دفعہ پھر غلام بن کر رہ گیا۔

گذشتہ دس سو سالہ تاریخ سے واضح ہوتا ہے کہ پولینڈ ہمیشہ روس اور جرمنی کی جولانگاہ بنا رہا ہے۔ اور اس چھوٹے سے بدقسمت ملک کو کبھی بھی چین نصیب نہ ہوا۔ معاہدہ ورسائی نے اس ملک کو ایک شاندار خواب بنا دیا تھا۔ اس کی آبادی چند لاکھ سے بڑھ کر تین کروڑ بیس لاکھ تک پہنچ گئی تھی۔ خوشحالی اور فارغ البالی کے تمام وسائل موجود تھے لیکن روسی اور جرمنی اقتداروں کی نگاہ مدت سے اس پر گڑی ہوئی تھی۔ جرمنی کو یہ بھی شکایت تھی کہ ڈینزگ تک پہنچنے کے لئے اتحادیوں نے پولینڈ کو ایک ایسا راستہ دے دیا تھا جو جرمنی کے ملک سے ہو کر گزرتا تھا جس کی وجہ سے جرمنی کا ایک صوبہ پرشیا جرمنی سے کٹ کر مشرق کی طرف رہ گیا تھا۔ یہی وہ شکایتیں تھیں اور کچھ ہوس

(بقیہ صفحہ ۹)

سیاسی نمک پارے

از

کشان

بلا تنقید

آج گاندھی جی لیگ کی طرف سے جان لینے کے بعد جبکہ سب جی رہ کر کانگریس مسلم لیگ سے بغیر جنگ آزادی کی موجودہ منزل سے آگے نہیں بڑھ سکتی۔ آج مسٹر جناح جان لینے کے بعد کانگریس کی طرف جھک رہے ہیں آزاد پاکستان صرف آزاد ہندوستان ہی میں ممکن ہے۔ لیکن حکمراں انہیں پاکستان تحفہ کے طور پر دینے والے نہیں۔ دونوں رہنما ایک دوسرے سے اس وقت مل سکتے ہیں جبکہ برطانوی حکومت نے ان کے مطالبات ٹھکرا دیے ہیں۔ دونوں مجبور ہیں کہ جو کچھ ہو سکا کانگریس لیگ اتحاد کے بغیر ان خوابوں کی تعبیر ناممکن ہے۔

(قومی جنگ)

ایک دوست ——— مسٹر سی پی راما سوامی آئر کو بڑی گونہ مسرت ہے کہ مہاتما جی اور مسٹر جناح کے درمیان مفاہمت کی گفتگو ہونے والی ہے۔ اور وہ روز ایک مخالفانہ بیان جاری کرتے ہیں۔

دوسرا دوست ——— ان بیانات کی کوئی اہمیت نہ دو۔ گفتۂ او گفتۂ دیوانہ بود۔

دیہی علاقوں میں اشیائے خوردنی کی قیمتوں پر موثر نگرانی نہ رہنے کی وجہ سے نفع اندوزی کا بازار گرم ہے اور غریب لیجے بڑھتے ہوئے دام پر مال لینے سے قاصر ہیں۔

(ایک خبر)

دیہاتوں میں راجہ صاحب بند کی کیوں سیر کی جائے؟ اگر مولوی حمید الدین احمد صاحب سے اسکیم مانگی جائے تو اس کے مرتب ہونے میں کوئی دیر نہ ہوگی۔

ایک مراسلہ نگار اضلاع کی غذائی صورت حال پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ۔۔

نفع اندوز اور ذخیرہ باز آج کل اس کوشش کر رہے ہیں کہ دیہات کا غلہ بازار میں فروخت نہ ہو، فاقہ کی دارو گیر ہو، اور حکومت اپنے ذخائر کو صورت حال کی اصلاح کے لئے صرف کرے۔

یہ کوئی نئی بات نہیں۔ یہ ایک ایسا مرض ہے جو ہر صوبہ اور ہر ریاست میں پھیلا جا چکا ہے۔ سوال یہ ہے کہ حکومت نے ذخیرہ بازوں کے ذخائر چھین کیوں نہیں لئے؟ یہ سوال بظاہر محکمہ رسد سے متعلق ہے لیکن اس کا جواب حضرت خان بہادر مظہر علی دے سکتے ہیں۔

اصلاح معاشرہ میں پارٹیوں کی قلت۔

(ایک اخباری سرخی)

انجمن پیشوایان مذاہب کیا کر رہی ہے؟

ایک شہری ——— محکمۂ تعمیرات بڑا خوش نصیب رہا مگر نصیب بد بیر!

دوسرا شہری ——— آخر یہ کیا معاملہ ہے، خوش نصیبی کس بات کی اور بد نصیبی کیسی!

پہلا شہری ——— یہ نہ پوچھو۔

دل، دماغ، آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں اور منہ سبھی کو روزہ رکھوانے کی ضرورت ہے۔ دل میں نہ تو کوئی برائی کی رغبت پیدا ہو، نہ دماغ کوئی بری راہ سمجھائے، آنکھ کسی برائی پر نہ پڑے، نہ کان کوئی غیبت سنتا ہو، نہ ہاتھ بدی کی طرف اٹھے، نہ پاؤں اس کی طرف اٹھے، نہ منہ سے کوئی برا کلمہ زبان سے نکلے۔

(ترجمان ملت)

البتہ فحش اشتہارات کی اشاعت اس سے مستثنیٰ ہے۔

مقامی اخبارات میں یہ اطلاع شائع ہوئی ہے کہ۔

بزم تقاریر کتب خانہ نام پلی کی جانب سے "روس کے مسلمان" کے عنوان پر تقریر ہونے والی ہے۔

مگر حیدرآباد کے دیہی مسلمانوں کی حالت پر کوئی تقریر نہیں ہوتی۔ چراغ کے نیچے اندھیرا!!

نوجوانوں سے ملکی مجلس کی تمام امیدیں وابستہ ہیں۔ مجھے خوشی ہے کہ نوجوان مجلس کے دست و بازو اور اس کی قوت بنے ہوئے ہیں۔

(مولوی فضل حسین)

اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ ہر محلہ میں مسلم نوجوانوں کی ایک علیحدہ تنظیم وجود میں آ رہی ہے۔

محبوب آباد سے ایک وکیل صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

سررشتہ تعمیرات نے جب ضلع میں جدید سڑکیں تعمیر کرنا شروع کیں تو اس وقت سڑکیں تیرہ فٹ چوڑی تھیں، اب سڑکوں کو چوڑا کرنے کی ایک مہم شروع کی گئی ہے اور کہا جاتا ہے کہ سڑکیں چوڑی رہنے سے اس کی لمبائی زیادہ ہو جائے گی اور اس کی نگہداشت پر ہر سال زیادہ روپیہ صرف ہوتا ہے۔ اب سررشتہ تعمیرات کتنا روپیہ صرف کر رہا ہے اس کا علم نہیں لیکن بہرحال یہ بھی کچھ کم دلچسپ مشغلہ نہیں ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے مراسلہ نگار کو یہ خبر نہیں کہ یہ تعمیرات کا جدید دور ہے اور اس جدید دور میں اگرچہ دو راستے ہیں اصول پر عمل ہو رہا ہے۔

پہچانئے کون کون ہے۔

(۱) ایک پروفیسر جس کی ذہنی چال آپ کو خفا کرتے۔

(۲) ابن الوقت

(۳) ایک افسر سررشتہ جو اپنے بچاؤ کے لئے دوسرے افسران سررشتہ کو سطوت کی۔

میں غیر مشروط طور پر لیگ میں دوبارہ شرکت کا متمنی ہوں۔

——— مسٹر فضل حق سابق وزیر اعظم بنگال کا بیان۔

(اخباری سرخیاں)

مسٹر فضل حق لیگ سے اخراج کے بعد یہ شعر گنگنا رہے ہیں۔

مہرباں ہو کے بلا لو مجھے چاہو جس وقت
میں گیا وقت نہیں ہوں کہ پھر آ بھی نہ سکوں

تعلقہ ضلع میں ایک شخص نے اس بنا پر ناراض اور غضبناک ہو کر کہ اس کے خسر نے پورا موعودہ جہیز نہیں دیا اپنی بیوی کی ناک اور ہونٹ دانتوں سے کاٹ ڈالے اور اس جرم کا ارتکاب اس وحشیانہ طریقے سے کیا گیا کہ وہ بد نصیب زخمی اس صدمہ سے جانبر نہ ہو سکی۔

(ایک اخبار کی اطلاع)

ترجمان ملت کی یہ رائے ہے کہ عورت مظلوم ہے اور مرد بنا اقتدار جس طرح چاہے استعمال کر سکتا ہے۔

تقسیم آب تنگبھدرا

معاصر مشیر دکن کا تبصرہ

یاد ہوگا کہ کچھ عرصہ قبل حکومت سرکار عالی نے ذریعہ اعلامیہ اس امر کا اعلان فرمایا تھا کہ تقسیم آب تنگبھدرا کے متعلق حکومت مدراس و حکومت حیدرآباد کے مابین تصفیہ ہو چکا ہے مگر چونکہ اس خصوص میں تفصیلات کی پبلک کو ضرورت محسوس ہے اب تک ظاہر نہیں ہوئی ہیں [illegible] مختلف قسم کے سوالات کئے جا رہے ہیں۔

عام طور پر یہ پوچھا جا رہا ہے کہ جو تصفیہ ہوا ہے [illegible]

[illegible]

یہ ہوگا کہ حکومت سرکار عالی اس خصوص میں تفصیلی اعلان فرمائے تاکہ پبلک کو موجودہ [illegible] اور ضروری طمانیت حاصل ہو۔

چونکہ مسئلہ تنگبھدرا کا تعلق زیادہ تر [illegible] کانفرنس [illegible] کے پیش نظر [illegible] حکومت سرکار عالی [illegible] اس کے بغیر [illegible]

ہم توقع کرتے ہیں کہ تقسیم آب تنگبھدرا [illegible]

کانگریسی مہمان وطن گاندھی جناح سمجھوتے کی حمایت میں

گاندھی جی کی مخالفت میں [illegible] بنگال کے کانگریسی [illegible]

[illegible]

اور موجودہ گتھیوں کو سلجھانے اور آزادی کے حصول میں ان کی مدد کریں۔

بنگال کے اضلاع میں

ضلعوں میں بھی کانگریسی گاندھی جی کی حمایت [illegible]

[illegible]

[illegible] کی غلط بیانی کی تردید

[illegible]

ہمارے افسانے

از

ماہرالقادری

قصے کہانیوں کی پرانی کتابیں بادشاہوں، شہزادوں، شاہزادیوں اور بھوت پریت کے واقعات سے بھری پڑی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے کے کہانی لکھنے والوں کا تخیل شاہی محلوں کے اردگرد گھومتا رہتا تھا اور ان کو اس بات کا شاید احساس تک نہ تھا کہ بادشاہوں اور امیروں کے علاوہ دنیا میں اور لوگ بھی بستے ہیں اور ان کی زندگیاں بھی افسانوں کے سانچے میں ڈھالی جا سکتی ہیں۔ قصہ نویسوں کا خیال تھا کہ جادو کی باتیں بیان ہوئے بغیر جنوں، بھوتوں، دیووں اور پریوں کے قصے کہ ایک دیو نے سیستان کا پہاڑ ایک انگلی پر اٹھا کر رکھ لیا، ایک جادوگر نے اپنے جسم کو جو پھیلانا شروع کیا تو اس کا ایک پیر چین کی دیوار پر تھا اور دوسرا ایران میں، وہاں کے رہنے پر ایک پری کسی خوبصورت شاہزادے پر عاشق ہو گئی اور اس نے جنوں کو حکم دیا کہ شاہزادے کو جیسے بنے یہاں لے کر آؤ۔ پری کا حکم پاتے ہی جو جن اڑے ہیں تو شاہزادے کو پورے محل سمیت آن میں اٹھا لائے۔ آرائش محفل ہو یا افسانہ عجائب، قصہ گل بکاولی ہو یا سرور عُمن زرقی، ہر جگہ یہی تماشا نظر آتا تھا۔ اور قیامت تو یہ ہے کہ عوام کیا یہ کتابیں ہی ...۔ عوام اپنی خودی کو قطعاً بھول گئے تھے ان میں کمتری کا احساس پیدا ہو گیا تھا انہوں نے ادیبوں سے اس بات کا مطالبہ تک نہیں کیا کہ ہم غریبوں کی زندگیوں میں بھی افسانے موجود ہیں اور ہمارے واقعات بھی دوسروں کے لئے دلچسپی کا باعث ہو سکتے ہیں۔ قصے لکھنے والے بہت دن تک عوام کو اسی قسم کی افیون کھلاتے رہے۔

جہاں تک میرا محدود مطالعہ میری رہبری کرتا ہے میں عرض کرنے کی جرأت کروں گا کہ ڈپٹی نذیر احمد پہلے قصہ نویس ہیں جنہوں نے ہندوستانی زبان میں ناول اور کہانیوں کے ذریعہ عوام سے ربط پیدا کرنے کی کوشش کی۔ نذیر احمد نے اپنے قصوں میں عوام کے کردار منظر عام پر پیش کر کے بتایا کہ اصل زندگی تصور والوں میں نہیں تصور والوں سے باہر ہے۔ نذیر احمد کردار نگاری کے امام تھے۔ مراۃ العروس میں اکبری کا کیریکٹر جس انداز میں پیش کیا ہے اس کی نظیر ہندوستانی ادب میں مشکل ہی سے مل سکے گی۔ پھر زبان اتنی سہل آسان اور ٹکسالی ہے کہ پڑھیے اور جھومتے رہیے۔ نذیر احمد فارسی اور عربی کے بہت بڑے عالم تھے وہ چاہتے تو ہندوستانی ادب کو فارسی اور عربی مقالات سے نوری بنا دیتے مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا اب سے نصف صدی قبل ان کے ذہن پر یہ حقیقت واضح ہو چکی تھی کہ ہندوستانی کو ہندوستان گیر نہیں عالمگیر زبان بننا ہے اس لئے اس کو انتہائی سہل عام فہم اور آسان ہونا چاہئے۔

نذیر احمد کے بعد پنڈت رتن ناتھ سرشار صاحب ہیں جو کردار نگاری میں یدطولیٰ رکھتے تھے۔ سرشار کے یہاں کہیں کہیں تضحیک تو ضرور آ جاتی ہے لیکن ان کے کمال کا انکار نہیں ہو سکتا۔ سرشار کے یہاں کردار کی جزئیات تک پائی جاتی ہیں۔ وہ جب کسی کی زندگی بیان کرنے پر آتے ہیں تو ایک ایک بات کھول کر رکھ دیتے ہیں۔ ان کی تحریر میں روانی اور سلاست ہی نہیں دلچسپی بھی ہے۔ منشی پریم چند تک پہنچتے پہنچتے اور زیادہ شستگی اور صفائی ہو جاتی ہے۔ پریم چند کی کتابیں ہندوستانی ادب کا گراں قدر سرمایہ ہیں۔ یقین ہے کہ اس سرمایہ کی ہر زمانہ میں قدر کی جائے گی۔

ہماری موجودہ افسانہ نگاری یقیناً حوصلہ افزا اور مستحق ستائش ہے۔ آج کا افسانہ نویس شاہی محلوں میں نہیں جھونپڑیوں اور بازاروں میں افسانے تلاش کرتا ہے۔ اس کے یہاں قہقہے اور مسکراہٹیں نہیں دبی ہوئی چیخیں اور کراہیں پائی جاتی ہیں۔ وہ زندگی کو اصلی رنگ میں پیش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ تکلف بناوٹ اور مبالغہ آمیزی کے لئے ہمارے افسانوں میں اب کوئی جگہ نہیں رہی۔ افسانے کا مقصد تفریح نہیں اصلاح ہو گیا ہے۔ ہم ہندوستانی افسانہ کی کتابوں میں ملی اور مزدور کو چلتا پھرتا دیکھ سکتے ہیں۔ ہمیں آسانی سے نظر آ جاتا ہے کہ سرمایہ دار کا پنجہ کس بے دردی کے ساتھ غریب کا گلا گھونٹ رہا ہے۔ فلک بوس ایوانوں کو اس لئے پیش کیا جاتا ہے کہ ہم واقف اور آگاہ ہو جائیں کہ ان کی اینٹوں اور گارے میں غریبوں کی ہڈیوں اور لہو سے کام لیا گیا ہے۔

ہمارے افسانوں کا دوسرا رخ رومانی ہے اور مجھے تصویر کا یہی رخ آپ کے سامنے پیش کرنا ہے کوئی شک نہیں جذبات اور رومان کا زندگی میں ایک مقام ہے مگر یہ مقام زندگی کی بنیاد اور حیات کا مقصد نہیں بن سکتا وہ جو اقبال نے کہا۔

ہند کے شاعر و صورت گر و افسانہ نویس
آہ! بیچاروں کے اعصاب پہ عورت ہے سوار

تو آج کل کی افسانہ نگاری عورت کے گرد گھوم رہی ہے افسانوں میں کسی نہ کسی طرح غریب عورت کو لا کھڑا کر دیا جاتا ہے اور ذہنیتیں ان چٹخاروں کی خوگر ہو گئی ہیں۔ میں نے بہت سے اس قسم کے افسانوں کو پڑھا ہے جو چوڑیوں کی آواز سے شروع ہو کر مسہری کی چادر کی شکنوں پر ختم ہو جاتے ہیں۔ ان میں شروع سے آخر تک ہوس ہی ہوس نظر آتی ہے۔

ہمارے افسانوں کو جب آئندہ نسلیں پڑھیں گی تو ان کو احساس ہو گا کہ ان کے آباؤ اجداد کو عاشق بننے کے سوا اور کوئی کام ہی نہ تھا اور ان سے پہلے زمانے کے لوگ ریشمی خیموں میں دلوں کو دبائے ہوئے بیٹھے تھے کہ جہاں کسی عورت نے دیکھا اور انہوں نے جھٹ سے جی کھول کر کہا دے لیجئے۔ یہ میرا حقیر شکستہ دل حاضر ہے۔ پر لطف یہ ہے کہ ہمارے اس زمانے کا نوجوان وقت واحد میں کئی عورتوں پر عاشق ہو سکتا ہے ہم نے تو یہ سنا تھا۔

ع۔ پہلو میں کسی شخص کے دو دل نہیں ہوتے

مگر بیسویں صدی عیسوی کے نوجوانوں کو قدرت شاید دو دو چار چار دل دے کر بھیجتی ہے وہ دل پہ دل نذر کئے جاتے ہیں۔

غالباً ہمارے افسانہ نگار اس حقیقت سے بے خبر ہیں کہ عام زندگیوں کے بہت سے واقعات رومان سے خالی ہوتے ہیں۔ ہر عورت رومانی اور ہر واقعہ عشقیہ نہیں ہوا کرتا۔ عورت کو صحیح طور پر پیش کیجئے کردار کی تکمیل اور اس کی صحیح ترجمانی آپ کا فرض ہے مگر صرف گلگوں اور تشنیلی نگاہوں کے گیت ہی نہ گائیے۔ دنیا میں بہت سی آنکھیں ایسی بھی ہیں جو بیکسی کے آنسو بہاتی ہیں۔ اس ہجوم رنگ و بو میں بہت سے چہروں پر غم کی خراشیں ہیں۔ بہت سے ہونٹوں پر تشنگی کے زخم بھی موجود ہیں۔ افسانہ نگار کا فرض مسکراہٹوں ہی کی نہیں آنسوؤں کی ترجمانی بھی ہے۔!

مشرق کو فوقیت روحانیت اور تقدیس کردار پر ہمیشہ ناز رہا ہے۔ ضرورت ہے کہ اس کے اس فخر و ناز کو باقی رکھا جائے۔ ہر بات میں دوسروں کی تقلید اچھی نہیں۔ یورپ سے صرف اچھی باتیں سیکھیے بری باتوں کی طرف سے نگاہ پھیر لیجئے۔ ایسے افسانے لکھیے جو خیالات میں زیادہ سے زیادہ پاکیزگی پیدا کر سکیں۔ یورپ اپنی راحت پسندی اور ذوق تعیش کی سزا بھگت رہا ہے۔ آپ کو اس سے عبرت حاصل کرنی چاہئے۔ یہ مدت سے اسی قسم کی ادبی آسودگیوں میں مبتلا تھا اور اب ان کو چھوڑ رہا ہے ---!

(ہندوستانی ادب)

حکومت برطانیہ اقتدار چھوڑنا نہیں چاہتی

بقیہ سلسلہ صفحہ (اول)

مسلمانوں، اور اہم اقلیتوں کے قائدین موجودہ دستور کے
حدود کے اندر ایک عارضی حکومت کے قیام میں اشتراک عمل
پر آمادہ ہوں اور مجھے یقین ہے کہ ہم بہت آگے قدم بڑھا سکیں گے۔
لیکن ساتھ ہی ساتھ وہ یہ شرط بھی عائد کر دیتے ہیں کہ "ایسی
عارضی حکومت کے کامیاب ہونے کے لئے یہ بات ضروری ہے
کہ اس کی تشکیل سے پہلے ہندوؤں، مسلمانوں اور اہم عناصر
میں اس اصول کی نسبت سمجھوتہ ہو جائے کہ جدید دستور کس طریقہ
سے تشکیل دیا جائے" دوسرے الفاظ میں اگر وائسرائے
کی موجودہ کونسل کے بجائے موجودہ دستور کے حدود کے اندر
ہندوستانی قائدین کی حکومت قائم کی جائے تو دو شرائط کی
تکمیل ضروری ہے۔ اولاً یہ کہ نہ صرف ہندو اور مسلمان بلکہ
اہم اقلیتیں بھی ایسی حکومت کی تشکیل میں اشتراک عمل پر آمادہ
ہوں ثانیاً یہ کہ وہ پہلے ہی سے اس اصول کی نسبت متفق ہو
جائیں کہ کس طریقے سے جدید دستور مرتب کیا جائے گا۔ یہ
معلوم ہوتا ہے کہ دوسری شرط پہلی مرتبہ پیش کی گئی ہے کیا
اس کی وجہ یہ اندیشہ ہے کہ پہلی شرط کی تکمیل ہو جائے گی؟!
تھوڑے غور و فکر سے ظاہر ہو جائے گا کہ یہ نئی
شرط پیش کرنے کے لارڈ ویول دوران جنگ میں عارضی حکومت
کے قیام ہی پر معترض ہیں۔ کل تک حکومت کا یہ خیال تھا
کہ دوران جنگ میں آئندہ دستور سے متعلق گفتگو شروع کرنا
ممکن نہیں۔ تاہم یہ بات اہم ہے کہ دوران جنگ کی عارضی
حکومت کو عوام کا قریبی اشتراک عمل حاصل ہو۔ اس لئے
اس کا صرف ایک حل ہے کہ مستقبل سے متعلق گفتگو نہ کی جائے
اور ایسی دستوری تبدیلیاں عمل میں لائی جائیں جو اقلیتوں
کے لئے مشکلات پیدا کرنے کا باعث ہوں۔ بلکہ نمائندہ
ہندوستانی قائدین کی ایک ایسی حکومت تشکیل دی جائے
جو موجودہ دستور کے حدود کے اندر قائم کر سکے اور یہ قائدین
بغیر کسی اندیشے کے اشتراک عمل کر سکیں کیونکہ وہ آئندہ دستور
کے متعلق اس رائے یا کسی رائے کے پابند نہ ہوں گے۔ جیسا کہ
سر سٹافورڈ کرپس نے ہندوستان سے واپس جانے کے بعد
دارالعوام کے مباحثہ میں بیان کیا تھا" یہ ایک بدیہی بات
ہے کہ موجودہ حالات میں جدید دستور کی تدوین پر بحث شروع
کرنا عملاً ناممکن ہے۔ اگر ایسی صورت ممکن ہوتی اور شرط کی
پابندی تو کجا پہلے اس کی صورت ہو جائے اور اس اثناء میں قومی
حکومت کی تشکیل کے سلسلہ میں کوئی قدم اٹھایا نہیں جاتا۔
جب کرپس مشن کی ناکامی کے بعد مسٹر ایمری سے یہ دریافت کیا
گیا کہ ان کا یہ منشا ہے کہ وہ اس وقت ابھی کھلا ہے یا منسوخ ہو چکا
ہے تو انھوں نے جواب دیا کہ "وائسرائے ہمیشہ ایسی عملی تجاویز
پر غور کرنے کے لئے تیار رہیں گے جو تجاویز کرپس کے نظر و ۵،
کے دوران ہندوستانی لیڈروں کی جانب سے قائم
کر کے مذکورہ بالا پر باہمی اتفاق کے ساتھ پیش کی جائیں"۔
دیتا تو اتفاق ہمارا یہ مفہوم نہیں تھا کہ اس طریقہ پر اتفاق
کیا جائے جس کے مطابق جدید دستور تشکیل دیا جائے گا۔
جیسا کہ گاندھی جی نے اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے
وائسرائے کا جواب صاف طور پر یہ بات واضح کر دیتا
ہے کہ برطانیہ بہر صورت اقتدار سے دست بردار ہونا نہیں
چاہتا اور اپنے وعدوں کی تکمیل سے گریز کرنے کے لئے
ہمیشہ نئے دلائل اور عذرات تراشتا رہے گا۔ اب ایک
متحدہ محاذ کے ذریعہ سے اخلاقی دباؤ ڈال سکتے ہیں۔

(روزنامہ "ہندو" مدراس)

پولینڈ کی کشمکش آزادی

بقیہ سلسلہ صفحہ (۵)

ملک گیری ہی تھی۔ جس نے جرمنی کو پولینڈ پر حملہ بولنے کے لئے
ابھارا۔ اور اسی دیوانگی کے نتائج آج تمام عالم بھگت رہا ہے۔
اس وقت صورت حال یہ ہے کہ مشرق کی طرف
سے روسی افواج پولینڈ میں داخل ہو چکی ہیں۔ جنوب کی طرف
سے جنرل اینگرا شہ۔ مولمے سو اسو میل آگے نکل گیا ہے۔
اور مغرب میں امریکی اور برطانی عساکر فرانس پر اتر چکے ہیں
اس میں شبہ نہیں کہ جرمنی جان توڑ کر مقابلہ کرے گا۔ اور
اتحادیوں کو آخری فتح کے لئے ابھی جان اور مال کی بہت
بڑی قربانی دینی پڑے گی۔ لیکن اس حقیقت میں بھی
کسی شک کی گنجائش نہیں کہ فتح کی منزل قریب آگئی ہے
اور ہمیں یقین ہے کہ اٹلانٹک چارٹر کے مطابق پولینڈ
پھر ایک آزاد ملک بن کر رہے گا۔

بین الاقوامی کانفرنس اور ہندوستان

بمبئی ۲۳ اگست۔ سر شنمکھم چیٹی اور مسٹر اے
ڈی۔ شروف نے جو امریکہ میں منعقدہ بین الاقوامی کانفرنس
میں ہندوستانی وفد کے ارکان تھے آج ایک ملاقات
کے دوران میں برطانیہ سے ہندوستان کے محفوظات
اسٹرلنگ کے سمجھوتے کے بارے میں گفتگو کی۔ انھوں نے
کہا کہ مستقبل قریب میں ملک معظم کی حکومت اور حکومت ہند
کے نمائندوں کو برطانیہ سے ہندوستان کے محفوظات
اسٹرلنگ کے بارے میں سمجھوتہ کے لئے برطانیہ کو دعوت دی گئی
انھوں نے آگے چل کر کہا کہ کانفرنس میں ہندوستانی
وفد کے اس پر زور دیا کہ مجوزہ بین الاقوامی فنڈ کے
کے دائرہ عمل میں غیر معمولی بقایہ جات جنگ شامل کئے
جائیں لیکن ریاست ہائے متحدہ امریکہ، برطانیہ اور
یورپ کے بعض جلا وطن شدہ حکومتوں کے وفدوں
نے ان ترمیمات کی زبردست مخالفت کی۔ جلا وطن
شدہ حکومتوں نے یہ استدلال کیا کہ اگر اس فنڈ میں
محفوظات اسٹرلنگ بھی شامل کر لئے گئے تو وہ ان قرضوں
کو شامل کرنے پر زور دیں گے جو ان کو جرمنی اور دیگر دشمن
ممالک کی جانب سے واجب الادا ہیں۔
سر شنمکھم چیٹی اور مسٹر اے، ڈی۔ شروف
نے فنڈ کی مجلس عاملہ میں ایک نشست حاصل کرنے میں ہندوستان
کی ناکامی کا ذکر کیا۔ یہ نشستیں ان دو ممالک کے لئے مختص ہیں
جو فنڈ کو زیادہ سے زیادہ کوٹہ دیں۔ انھوں نے کہا کہ "ہمارا
یہ استدلال ہے کہ جیسا کہ ارادہ کیا گیا تھا اگر صرف معاشی
ملحوظات پیش نظر ہوتے تو ہندوستان کو ایک نشست ملتی
لیکن سیاسی ملحوظات غالب رہے اور ان ملحوظات پر ہی
ہندوستان کو خارج کر دیا گیا۔" (اے پ)

عرب کانفرنس

لندن، ۲۳ اگست۔ "ٹائمیں" آج ایک اداریہ
میں عرب اتحاد کی نسبت مجوزہ عرب کانفرنس پر بحث کرتے ہوئے
وہ لکھتا ہے کہ مشترکہ معاشی حکمت عملیوں اور امکانات
کے لئے ایک مستقل مرکز کی حیثیت سے ایک موزوں تجویز عمل
میں مشرق وسطیٰ کے۔ معاشی مرکز کا قیام بحیرہ روم کے علاقہ
میں خوش حالی اور اتحاد دونوں کو ترقی دینے میں بڑی
بقیہ سلسلہ صفحہ (۱۱)

عراق کی ریلیں

جنگی اور سیول آبادی کے لیے مساعی

جنگ کے چار سالہ دوران میں مشرق وسطیٰ کے ممالک کے واسطے وسائل نقل و حمل پر اگرچہ بعض اوقات غیر معمولی بار پڑا لیکن کبھی مسدود نہیں ہوئے مثال کے طور پر عراق کو لیجئے۔ گو یہ خطہ میدان جنگ نہیں لیکن روس کے لئے رسد اور سامان بہم پہنچانے کا ایک اہم راستہ رہا ہے اور اتحادی فوجوں اور ان کی نقل و حرکت اور اتحادی سپاہیوں کی تربیت کا مرکز بھی بنا رہا۔

عراق کی ریلوں کا نظام مقابلتاً نیا ہے لیکن گذشتہ چند سال میں اس نے اتنا بار برداشت کیا جو بہت سے پرانے اور مستحکم نظامات بھی برداشت نہ کر سکتے۔ بغداد اور بصرہ کے درمیان پہلی ریل [illegible] میں جاری ہوئی تھی اور بغداد اور موصل کے درمیان ریلوے لائن [illegible] میں ڈالی گئی جس کی وجہ سے عراق، ترکی اور یورپ سے مربوط ہو گیا۔ اب عراق ریلوں کا مجموعی طول (۱۰۰۰) میل ہے۔ ریلیں نہ صرف انتظام اور اقدام جنگ کی ضروریات حمل و نقل کی تکمیل کرتی ہیں بلکہ سیول آبادی کی ضروریات پوری کرتی تھیں جس میں کربلا اور مشہد وغیرہ جانے والے زائرین بھی شامل ہیں۔ تمام پیداوار کی منتقلی کا اہم مسئلہ بھی درپیش تھا جس میں تیل سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے کیونکہ عراق روز بروز اس کی فراہمی کا ایک اہم مرکز بنتا جا رہا ہے۔ روس کے لئے سامان فراہمی کا سوال بھی حل کرنا تھا اور اس کے علاوہ عراق کو اتحادی افواج کی منتقلی اور ان کی تربیت کا مرکز بھی بنایا گیا تھا۔

ان ضروریات کو پورا کرنے کے لئے نئے اسٹیشن اور چوراہے بنائے گئے۔ بصرہ میں ڈپو اور واشنگ یارڈ کی توسیع کی گئی اور نئے مدرسے قائم کر کے وہاں اسٹیشن ماسٹروں، ڈرائیوروں اور کمنڈکٹروں وغیرہ کو حسب ضرورت تربیت دی گئی۔ اتحادی فوج نے بھی اس کام میں اہم حصہ لیا چنانچہ انہوں نے ریلوے کے تربیت یافتہ کارکن فراہم کئے جن کی وجہ سے عملہ کی تعداد (....) سے اضافہ ہو کر (....) ہو گئی۔ مریضوں کو لے جانے کی گاڑیاں تیار کی گئیں۔ ہوائی حملوں سے حفاظت کا انتظام کیا گیا اور سارا نظام ریلوے کو ضروریات کے مطابق ڈھالا گیا۔

یہ کارکردگی کی حیرت انگیز مثال ہے!

عرب کانفرنس

بقیہ سلسلہ صفحہ (۱) [illegible] مسئلہ کے حل میں کچھ مدد مل سکتی ہے لیکن اس کانفرنس کے مباحث مشترکہ مسائل پر ایک مشترکہ حکمت عملی کی جانب ایک بڑی پیش قدمی کی ایک منزل ثابت ہو گی [illegible] سال روز میں چونے کر دیا تھا کہ ہیلو عرب ممالک کے سیاسی نظام [illegible] کو خوش کرنے کی روح اتحاد و جدید ادب [illegible] کی ہمدردی کی نظر سے [illegible]

شہر پیرس کو جرمن چنگل سے چھڑا لیا گیا

فرانسیسی وطن پرستوں کا عظیم الشان کارنامہ

لندن ۲۴ اگست۔ فرانسیسی داخلی افواج نے پیرس کو آزاد کرا دیا۔ جنرل کوئنگ سپہ سالار فرانسیسی داخلی افواج نے ایسی اہم خبر دنیا کو سنائی۔

خصوصی اعلامیہ میں پیرس سے جرمنوں کے نکال باہر کر دینے کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ اس اعلامیہ میں بتلایا گیا ہے کہ ہفتہ کی صبح قومی مجلس مقاومت اور مجلس آزادی پیرس نے قومی منصب اعتماد جمہوری حکومت فرانس کے نمائندوں کے اتحاد کے ساتھ پیرس اور متعلقہ پیرس میں عام غدر برپا کر دیا۔ ملک بھر میں خفیہ تنظیم کے مسلح وطن پرستوں کی اعانت سے (.....) مسلح سپاہی فرانسیسی داخلی افواج نے لڑائی شروع کر دیا۔ پیرس کی پولیس جس نے سابق میں ہڑتال کر دی تھی مستقر کوتوال پر قبضہ کر لیا۔ کوتوالی نے وسط دریا سین کے ایک جزیرہ کو قلعہ کی صورت دیدی جس پر سارے جرمن حملے ناکام ثابت ہوئے۔ کل چار روزہ لڑائی کے بعد جرمنوں نے ہتھیار ڈال دیا۔ دشمن کو شکست ہوئی۔ وطن پرستوں نے تمام سرکاری عمارات پر قبضہ کر لیا۔ حکومت ویشی کے نمائندے فرار ہو گئے یا گرفتار کر لئے گئے۔ اس طرح باشندگان پیرس نے پایہ تخت کی آزادی میں اہم خدمت انجام دی۔

پیرس پر جرمنوں کا قبضہ ۱۴ جون سنہ ۱۹۴۰ء سے ہوا جبکہ جرمن موٹری دستے شہر میں گھس پڑے تھے۔

جنوبی فرانس سے موصولہ خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ امریکی مسلح دستوں نے شہر گرینوبل کو آزادی دلائی جو ساحل سے (۱۴۰) میل واقع ہے۔ فرانسیسی آلپس میں گرینوبل مدت دراز تک مقاومتی تحریک کا مرکز بنا رہا۔ امریکی کوچ کی تیزی کا نتیجہ ہے فرانسیسی داخلی فوج نے موثر اشتراک عمل کیا۔

اندرون ملک سرعتی اقدام کے باعث امریکی ہراول دستے قلب وادی رون سے (۵۵) میل رہ گئے۔ اس کا یہ مطلب بھی ہے کہ شمالی اور جنوبی فرانسیسی کی اتحادی افواج کے درمیان صرف (۲۳۰) کی مسافت ہی رہ گئی۔ ساحل سے پرے فرانسیسی فوج مشرق کی جانب سے طولون کی سمت بھی آرہی ہے۔ بحری مرکز کے اندرونی علاقہ میں گھمسان کی لڑائی جاری ہے لیکن فرانسیسیوں نے اپنے مورچے مستحکم کر لئے اور تب سے زیادہ قربت حاصل کر لی ہوگی۔ طولون سے دو صرف نصف میل ہی رہ گئے۔ مارسیلز پر اتحادی گرفت بھی مضبوط ہو رہی ہے۔ مشرق میں جاری مقدم فوج شہر کے مقابل کے ریل رو کی جانب اور دریائے ساحل مغرب سے قریب پہنچ گئی ہے۔ مزید اندرون ملک وادی لوران میں [illegible] تک کی دو جنگی (۱۰۰۰) سے زائد جنگی قیدی ہاتھ آئے۔ تارشی کی تمام خبر شب ظہر کو ریتھ کم

اشتہار

حاضری مدعا علیہ بغرض انفصال قطعی مقدمہ دیوانی مطابق ضابطہ خفیفہ ودیت

نمبر مقدمہ [illegible] ضلع ورنگل

باجلاس مولوی سید احمد علی خان ایم۔ اے۔ ایل ایل بی علیگ۔ ایل ایل بی لنڈن ایل ایل ایم لنڈن بار ایٹ لا ناظم ضلع

مسماۃ سیواماچیا مدعی بنام

یلہ پرتی کنٹل راؤ وغیرہ مدعا علیہ

(۱) یلہ پرتی کنٹل راؤ ولد ..... قوم برہمن عمرہ ۵۰ سال پیشہ زراعت ساکن چنتہ کوڑی پاک تعلقہ پرکال

(۲) یلہ پرتی دیگراؤ ولد کنٹل راؤ قوم برہمن عمر ۳۰ سال پیشہ زراعت ساکن چنتہ کوڑی پاک تعلقہ پرکال

(۳) یلہ پرتی سیشن راؤ ولد کنٹل راؤ قوم برہمن عمر ۲۵ سال پیشہ زراعت ساکن چنتہ کوڑی پاک تعلقہ پرکال

ہرگاہ مدعی نے تمہارے نام مقابلہ میں ایک قرضہ بابتہ (روپے) کی دائر کی ہے جس کی جواب دہی کے لئے تمہارے نام متعدد مرتبہ سمن اجراء کئے گئے جو تمہاری عدم موجودگی کے سبب تمہارے مسکونہ مکان پر چسپاں کئے گئے لیکن باوجود تم حاضر نہیں ہوئے جس سے پایا جاتا ہے کہ تم عمداً حاضری سے گریز کر رہے ہو اور تعمیل سے بچنے کے لئے روپوش ہو گئے ہو لہٰذا اب حسب استدعاء مدعی تمہاری حاضری کے لئے اشتہار اخبار میں شائع کرایا جاتا ہے اور تم جہاں کہیں بھی ہو اطلاع دی جاتی ہے کہ بتاریخ ۲ مہر سنہ ۱۳۵۴ف بوقت ۱۰ بجے بروز چہارشنبہ اصالتاً یا وکالتاً حاضر عدالت ہذا ہو کر جواب دعویٰ مقدمہ مذکور کی کرو نیز تم کو یہ حکم دیا جاتا ہے کہ تاریخ جو اس مقدمہ کے انفصال قطعی کے لئے قرار پائی ہے لہٰذا تم پر لازم ہے کہ اسی روز جملہ دستاویزات اور گواہوں کو جن پر تم بتائید جواب دہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو لیتے آؤ۔ اگر تم بروز مذکور حاضر نہ ہوں گے تو مقدمہ تمہاری غیر حاضری میں مسموع اور فیصل ہوگا۔

آج بتاریخ ۱۰ مہر سنہ ۱۳۵۳ف میری دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

دستخط	فرد دستخط
صینہ دار	سررشتہ دار عدالت ضلع

۲۔ مغرب میں جرمنوں کی فرار شروع ہو گئی۔ ساحل پر تکالیف ..... لے اور ڈنکرک کے بجائے انہوں نے بیرن کے جانب کی سمت راہ فرار اختیار کی۔ ۲۰ ہزار زائد قیدی ہاتھ آگئے۔ برطانوی فضائیہ اور قدر کاروائی میں ملحوظ رہنے .... ۔ قریب میں جہاں دشمن جرمنوں کو دریا (....) میل پیچھے دھکیل دیا۔ شہر کے آثار نظر آتے ہیں۔ خطرناک جرمن مشرقی سرحد کی جانب .... اس وقت حملہ کرتے ہیں جو بے شمار تعداد میں ہیں اور اپنی طرح [illegible] .... اس طرح ان کے اکثر سپاہی موقع پر ..... فرانس کی سرحد اور جنگ .... ہے۔

رومانیہ نے روسی شرائط صلح قبول کرلئے

ہٹلر کا فیصلہ دیا نا رد کر دیا گیا

لندن ۲۴ اگست۔ رومانیہ نے اتحادیوں کی پیش کردہ جنگ بندی صلح قبول کرلی ہیں۔ ایک اعلان میں جو رومانیہ کے ریڈیو سے نشر کیا جا یا گیا کہ اس ملک کے بعد سے روسی افواج کے خلاف تمام کاروائیاں اور برطانیہ و ممالک متحدہ امریکہ سے جنگی صورت حال ختم کی جاتی ہے متحدہ اقوام نے رومانیہ کی آزادی کی منظوری دیدی ہے۔

شاہی فرمان بھی نشر کیا گیا جس میں بتلایا گیا ہے کہ سب سے پہلے روسی شرائط صلح قبول کی جائیں گی۔ دوسرے ایک جدید قومی حکومت تشکیل دیجائے گی۔ تیسرے رومانیہ متحدہ اقوام کا حلیف ہوگا۔ چوتھے رومانیہ اپنی قسمت کو اپنے ہاتھوں لے گا۔ اور جرمنی کا خود ہی مقابلہ کرے گا۔ جنگجو رومانیوں کو چاہئے کہ وہ شکست سے دل برداشتہ ہو جائیں اور ... کو اپنا سرکار تسلیم کریں۔ سب سے آخر میں ویانا کا فیصلہ رد کیا جاتا ہے۔

ویانا کا فیصلہ ہٹلر نے چار سال قبل کیا تھا جس نے رومانیہ کو مجبور کیا تھا کہ وہ صوبہ ٹرانسلوینیا کا نصف ہنگری کے حوالے کرے۔ بخارسٹ کے ریڈیو نے یہ بھی اعلان کیا کہ رومانیہ کی ایک تشکیل دی جا چکی ہے جس کے ایک جنرل وزیر اعظم ہیں دوسرے ارکین کا بینہ ... جو حزب الاختلاف کے قائدین بھی شامل ہیں اس کے علاوہ کسانوں کے لیڈر ... اور ایک سوشلسٹ بھی شریک ہیں۔

اس نئی حکومت نے جو ابتدائی اقدام کئے ان میں ... سے اب کہ کہ قید کئے جانے سیاسی قیدیوں کی عام رہائی ہے۔ نظربندی کے کیمپ برخواست کردئے گئے ہیں اور تمام نظربندوں کو کامل آزادی دیدی گئی ہے۔ لندن میں رومانیہ کے میدان جنگ سے متعلق کوئی سرکاری تبصرہ حاصل نہ ہو سکا لیکن اس کی یاد دہانی کی جاتی ہے کہ ماہ رواں کے آغاز پر مسٹر چرچل وزیر اعظم برطانیہ نے دارالعوام میں ایک مباحثہ کے دوران میں کہا تھا کہ روس نے رومانیہ کو جیا صلح کے شرائط پیش کئے تھے جس کے متعلق کوئی شک نہیں ہے کہ رومانیہ کے لیڈر ان اسے قبول کر لیتے۔ بشرطیکہ پیش بینی ان کو نظر آتا۔ ... اسی مباحثہ میں مسٹر ایڈن نے کہا کہ انکشافات یہ تھا کہ روسی شرائط کی تکمیل ان کی توثیق حکومت برطانیہ نے بھی کی تھی۔ (رائٹر)

حکومت غذائی مسئلہ کو حل کرنے کے لئے کیا کر رہی ہے؟

حیدرآباد ۲۰ اگست۔ حکومت سرکار عالی کے ترجمان نے اسوسی ایٹیڈ پریس کے نمائندے سے ایک ملاقات میں اس کی توضیح کی کہ حکومت غذائی مسئلہ کو حل کرنے کے لئے کیا تدابیر اختیار کر رہی ہے۔

اکتوبر ۱۹۴۳ء سے حکومت سرکار عالی نے ... لاکھ من جوار وغیرہ سے غذائی اجناس حاصل کئے ہیں ... ہزار ٹن جوار کسی غذائی اجناس ہزار ٹن دالیں برطانوی ہند اور دیگر ریاستوں کو گیہوں سامانی منصوبہ کے تحت برآمد کی گئیں۔

حکومت نے کاشتکاروں سے فاضل پیداوار حاصل کرنے کو وسیع پیمانہ پر انتظام کیا ہے۔ قومی غذائی اور تخم کی ضروریات کو پورا کرنے کے بعد جو فاضل پیداوار ہوتی ہے وہ حاصل کر لی جاتی ہے پیداوار کے ... ان کے قریب جات میں استعمال کئے جاتے ہیں جہاں پیداوار نہیں ہوتی ان جو لوگ اہم خدمات انجام دے رہے ہیں مثلاً ریلوے ... فوجی افواج ... کارخانہ جات معدنیں اور صنعتی مراکز جہاں کام کرنے والوں کو سپلائی کئے جا رہے ہیں۔

اجناس جو سرکاری اسکیم کے تحت اجناس حاصل کئے جاتے ہیں ان میں ... کاشتکاروں سے لازمی راست خریدی اور کھلے بازار میں خریدی دونوں شامل ہیں۔ حیدرآباد کمرشیل کارپوریشن خریدی کے فرائض انجام دیتا ہے۔

لیوی اسکیم کے تحت کاشتکاروں سے مقامی دیہی کمیٹیاں غلہ جمع کرتی ہیں تو اوزان اور قیمتوں کی ادائی کے فرائض غیر سرکاری جماعتوں کے سپرد کئے جاتے ہیں جنھیں غلہ اپنا نہیں کہا جاتا ہے اور جو مقامی بیوپاریوں پر مشتمل ہوتی ہیں جو گورنمنٹ کارپوریشن کے ایجنٹوں کی حیثیت سے کام کرتے ہیں۔

(اسوسی ایٹیڈ پریس)

عرب کانفرنس

بقیہ سلسلہ صفحہ (۹)

... دور کرنا اس قسم کی تجویز کی عملی دشواریاں قابل بحث ہوں گی آج عرب ممالک سیاسی، معاشی انقلاب کی مختلف منزلوں پر ہیں اور اتحاد کی ضرورت عام طور سے محسوس ہو رہی ہے لیکن ان ہی وجوہ کی بنا پر ہر جگہ اتحاد کی خواہش پائی جاتی ہے۔ معاشی اعتبار سے ترقی کرنے والے ممالک مثلاً مصر و عراق مغربی دنیا سے اپنے مضبوط رشتوں کو شعور رکھتے ہیں اور عرب اتحاد سے ان کو کچھ بڑی حد تک اس وجہ سے ہے کہ اتحاد سیاسی اور معاشی رشتوں میں مغربی دنیا و ... کہ ان کی داخلی حکومت خود اختیاری سے متعلق ... دوسری طرف قدامت پسند ممالک مثلاً سعودی عربستان ... جس کے فرمانروا آج تمام عرب میں ایک جلیل القدر ہستی ہیں۔ اور جو مشرقی وسطی کے ... تیل کے ذخائر کے مالک ہیں غالباً اس سے دلچسپی رکھتے ہیں کہ یہ مذہبی اور سیاسی قوت کی حیثیت سے اسلام کی مرکزیت کو برقرار رکھا جائے۔ قومی اور شخصی رقابتیں بھی عرب اتحاد کو ... اہمیت رکھتی ہیں۔ باوجود عدم اتحاد کے تمام قوتوں کو بالائے طاق رکھنے والے وہ محاذات اعلی اہمیت رکھتے ہیں۔ ایک مشترکہ فتح اسلام سب پر ... قرار دیا گیا ... اتحاد و طاقت ہے۔

اعظم پریس چار مینار میں طبع ہو کر دفتر مملکت حیدرآباد سے شائع ہوا۔